عائلی زندگی کا اسلامی تصور اور عصر حاضر ایک تحقیقی مطالعہ

A research study on the Islamic concept of family life and the present era

Hafiz Zakirullah
Lecturer, Dept of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore:
hafizzakirullah123@gmail.com

Ameer Maviya
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore:
ameermoavia1987@gmail.com

Abstract:
For any nation, the family system is such a fundamental system that organizes its culture and social life. Therefore, the purpose of all human laws is to regulate the system of families. This is the first task to which the civilized human paid attention to establish the foundations of his civilized life. There was an inspiration from Allah in this, in which the protection of lineage was considered to organize the system of families. The meaning of this is that everyone can attribute their lineage to themselves. Therefore, all religions have paid attention to regulating the fundamental system of families. This system is formed through the marriage or wedlock of man and woman. This system determines the formation of offspring and the branches and principles of kinship. This also organizes the system of in-laws. It plays an important role in the formation of the family, clan, and nation's system. Through the marriage system, mother, father, and children are formed. This also forms brothers, sisters, and other relatives, thus forming a family. Finally, Islamic law prevailed over all other laws, and the provisions Islam has established for families are the most just, strong, and superior.

Keywords: *Islamic family life, Regulation of family system, Lineage protection, Marriage and kinship, Role in society.*

کسی بھی قوم کے لیے خاندانوں کا نظام ایسا بنیادی نظام ہے جو اس قوم کی تہذیب اور اس کی اجتماعی زندگی کو منظم کرتا ہے۔ اس لیے تمام انسانی شریعتوں کا مقصد خاندانوں کے نظام کو نظم دینا ہے۔ یہ وہ پہلا کام ہے جس کی طرف مدنی انسان نے اپنی مدنی زندگی کی بنیادیں قائم کرنے کے لیے توجہ دی۔ اس میں اللہ کی جانب سے ایک الہام شامل تھا جس میں خاندانوں کے نظام کو نظم دینے کے لیے انساب کی حفاظت کا خیال رکھا گیا تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص اپنی نسل کو اپنی طرف منسوب کر سکے۔

چنانچہ تمام شریعتوں نے خاندانوں کی تشکیل کے بنیادی نظام کو نظم دینے پر توجہ دی ہے۔ یہ نظام مرد اور عورت کی شادی یا نکاح سے بنتا ہے۔ یہ نظام نسل کی تشکیل اور قرابت کے فروع اور اصولوں کو متعین کرتا ہے۔ اس سے سسرال کے نظام کو بھی نظم ملتا ہے۔ اس سے خاندان، قبیلہ اور قوم کے نظام کی تشکیل میں اہم کردار ادا ہوتا ہے۔ شادی کے نظام سے ماں، باپ اور بچے بنتے ہیں۔ اس سے بھائی، بہن اور دیگر رشتہ دار بھی بنتے ہیں اور یوں ایک خاندان تشکیل پاتا ہے۔

آخر میں اسلامی شریعت تمام حقیقی شریعتوں پر غالب آئی اور اسلام نے خاندانوں کے لیے جو احکامات مقرر کیے ہیں وہ سب سے عادلانہ، مضبوط اور اعلیٰ ہیں۔

اسلامی عائلی زندگی

اللہ تعالیٰ کے رسول اس کے برگزیدہ اور مقرب ترین بندے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی تقویٰ اور خدا ترسی میں دنیا کے نمونہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے صراحت کی ہے کہ انہوں نے خاندانی اور عائلی گزاری اور اس کے تقاضے پورے کیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾[1]

"اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے عطا کیے۔"

قرآن مجید نے متعدد پیغمبروں کی بیویوں کا، ان کی ذریت اور خاندان کے دوسرے افراد کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ان پیغمبروں کے اپنے خاندان سے تعلقات، ان کی محبت، ہمدردی، اخلاص اور خیر خواہی اور اہل خاندان کا ان کے ساتھ رویہ اور ان کی حمایت و مخالفت کی تفصیل نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ ان تمام پہلوؤں سے اللہ کے آخری رسولؐ اور آپ کی ازواج واولاد کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ یہاں ایک سوال ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کیوں خاندانی زندگی گزاری اور اس کے مسائل اور الجھنوں سے کنارہ کش رہ کر اللہ کی عبادت میں کیوں نہیں لگ گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خاندانی زندگی سے دین واخلاق کو جو رفعت ملتی ہے اور ہمدردی، تعاون اور خیر خواہی کے جو پاکیزہ جذبات نشو ونما پاتے ہیں اور ضبط نفس اور اصلاح وتربیت کے جو مواقع میسر آتے ہیں وہ کسی اور ذریعے سے حاصل نہیں ہوتے۔

---

[1] الرعد: 38

ālrʿd: 38

خاندان کی دینی حیثیت

اس کا مطلب یہ ہے کہ خاندان صرف سماجی اور معاشرتی ادارہ ہی نہیں ہے بلکہ اسے دینی اور اخلاقی حیثیت بھی حاصل ہے۔ جو شخص عائلی زندگی گزارتا ہے وہ درحقیقت پیغمبروں کے اسوہ پر عمل کرتا اور اپنی سیرت واخلاق کو اس ذریعے سے بلند کرتا ہے۔

نظام خاندان کی بنیادیں

اسلام نے اجتماعی زندگی میں خاندان کو بنیادی اہمیت دی ہے اور قسم کے خاندان کی تشکیل وہ چاہتا ہے اس کے خدوخال واضح کیے ہیں۔ اس نے جنسی تعلق، ازدواجی زندگی، اس کی ذمے داری، اس کے مسائل، اہل خاندان سے تعلقات، ان کے حقوق وفرائض اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں اور اپنے ماننے والوں کو ان کا پابند بنایا ہے۔ نظام خاندان میں تین امور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

1- جنسی رویہ: خاندان کی اساس جنسی روابط پر ہے۔ اس کے بارے میں انسان جو رویہ اختیار کرے گا اسی نوعیت کا خاندان وجود میں آئے گا۔

2- ازدواجی تعلقات: میاں بیوی کے تعلقات عدل وانصاف کی بنیاد پر قائم ہوں اور ان کے درمیان اخلاص ومحبت اور حسن سلوک کی فضا پائی جائے تو ان کی زندگی خوش گوار ہوگی لیکن اگر یہ تعلقات کشمکش اور ظلم وزیادتی کا شکار ہوں تو دونوں کی زندگی خاندانی سکون سے محروم ہوگی۔ اس کے ساتھ ان تعلقات کے اچھے یا برے اثرات پورے نظام خاندان پر پڑیں گے۔

3- رشتہ داروں کے حقوق اور فرائض: خاندان صرف میاں بیوی اور بچوں کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہے اور اس کے اخلاقی اور قانونی تقاضے ہیں۔ ان کا پورا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ خاندان اپنی معنویت کھو دے گا۔

صحیح جنسی رویہ

خاندان صرف مردوں یا صرف عورتوں کے مجموعہ کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کی تعمیر وتشکیل میں مرد اور عورت دونوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر کسی سوسائٹی میں کچھ مرد یا کچھ عورتیں باہم مل جل کر زندگی گزارنے لگیں اور غیر فطری طریقے سے اپنی خواہشات پوری کرنے لگیں تو اسے خاندان نہیں کہا جائے گا۔ اس وقت مغرب میں ہم جنسیت (Homo Sexuality) کا جو رجحان فروغ پا رہا ہے وہ نظام خاندان کی ابتری اور تباہی کا شدید ردعمل ہے۔

اس میں ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ اور ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ یہی ان کا گھر اور خاندان ہوتا ہے اور اس میں ایک دوسرے کے حقوق بھی متعین کر لیے گئے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ اس ہم جنسی سے مختلف نوع کے امراض پھیل رہے ہیں، یہ طرزِ حیات خاندان کے مقاصد کی تکمیل ہر گز نہیں کرتا۔

جنسی تعلق کی اہمیت

خاندان کا آغاز مرد اور عورت کے جنسی تعلق سے ہوتا ہے، اس لیے خاندان کی تشکیل میں اس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس تعلق کے بارے میں دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں۔ ایک نقطۂ نظر رہبانیت کا ہے اور دوسرا اباحیت کا۔ یہ دونوں ہی نقطہ نظر غیر فطری اور اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ذیل میں ان دونوں کی وضاحت کی جاتی ہے:

1۔ رہبانیت جنسی تعلق کی مخالف

عیسائیت کا نظریہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنی ہے تو اس کا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ دنیا کی ساری لذتوں کو چھوڑ دو اور ان کو خیر باد کہہ دو، جب تک دنیا کی ساری لذتیں نہیں چھوڑو گے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہو گا۔ لہٰذا اگر کھانا کھانا ہے تو بس بقدر ضرورت روکھا پھیکا اور بدمزہ کھانا کھاؤ، مزے کی خاطر اور لذت کی خاطر کوئی اچھا کھانا مت کھاؤ اور اگر کھانے میں لذت حاصل کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ نہیں مل سکتے، اسی طرح تمہیں اس جنسی خواہش کو بھی دبانا پڑے گا، اگر جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے نکاح کا راستہ اختیار کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہو گا، اللہ تعالیٰ اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک تم شادی کو نہیں چھوڑ دو گے، بیوی بچوں کو نہیں چھوڑو گے اور دنیا کے سارے کاروبار کو نہیں چھوڑو گے۔ چنانچہ انہوں نے خانقاہیں بنائیں، ان خانقاہوں میں راہبوں کی کھیپ کی کھیپ آ کر مقیم ہوئی اور ان کا دعوی یہ تھا کہ ہم دنیا کو چھوڑ کر آئے ہیں۔[2]

لیکن یہ نظام فطرت سے بغاوت کا نظام تھا، جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جنسی جذبہ رکھا ہے اور کوئی انسان اس جذبے سے مستثنیٰ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ یہ کیسے کر سکتے ہیں کہ جذبہ تو رکھ دیں اور اس کی تسکین کا کوئی حلال اور جائز

---

[2] عثمانی، محمد تقی، مفتی، اسلام اور ہماری زندگی، ناشر: ادارہ اسلامیات لاہور، 2010ء، جلد 5، ص 38

Uṯmānī,muḥmmad taqī,mufti, islām aur Hamri Zndgī, Idara Islāmīat,Lāhore,2010,Vol,5,P:38

راستہ نہ بتائیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ان کی حکمت سے بعید ہے۔ چنانچہ فطرت سے بغاوت کا انجام یہ ہوا کہ وہ عیسائی خانقاہیں جن میں راہب مرد اور نن عورتیں رہتی تھیں رفتہ رفتہ یہ خانقاہیں فحاشی کے اڈے بن گئے، اس لئے کہ وہ مرد اور عورتیں انسان اور بشر تھے، ان کے دل میں جنسی خواہش کا جذبہ پیدا ہونا لازم تھا۔[3]

2۔ اباحیت اور اس کے نقصانات

اباحیت کو آج کل کی اصطلاح میں زیادہ تر آزادی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ آزادی بذاتِ خود کیا ہے؟ آزادی بنیادی طور پر "حدود و قیود کی عدم موجودگی" کا نام ہے۔ عام طور پر آزادی سے مراد کسی انسان کی یہ صلاحیت ہے کہ وہ جو چاہنا چاہے چاہ سکے اور اپنی چاہت کو قابل عمل بنا سکے۔ اہلِ مغرب اور مغربی قوانین کے دل دادہ جس آزادی کی بات کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ مطلق العنان ہے یہ ہر طرح کی مذہبی جکڑ بندی، تہذیبی اور روایتی اقدار کی پابندی اور خاندانی دباؤ سے آزاد ہے۔ جو انسان اپنے آپ کو کسی بھی دوسری طاقت (وہ دوسری طاقت والدین بھی ہو سکتے ہیں، معاشرہ بھی، خدا بھی، مذہب بھی) کے سامنے جھکا دے وہ انسان کہلانے کا حق دار نہیں ہے اس لیے کہ اس نے اپنے بنیادی آئیڈیل (آزادی) کو چھوڑ دیا ہے۔[4]

اس مادر پدر آزادی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے اسلام کی نظر میں ایسا آدمی جانور سے بھی بدتر ہے۔ انسانیت کا شرف بندگی ہے۔ عبدیت اس کی معراج ہے۔ خدا نے اپنے رسول ﷺ کو ایک عظیم لقب جو عطا فرمایا وہ ہے "عبد" یعنی بندہ، حضور بھی اسی صفت کو پسند فرماتے تھے۔ اس لیے مسلمان کا مطمح نظر اللہ کی بندگی ہے۔ مغربی فکر اور تصور آزادی کو اسلام دھریت، بے دینی 'لامذہبیت' قرار دیتا ہے جو صریح گمراہی اور عین ہلاکت ہے۔[5]

نکاح، جنسی تسکین کا جائز طریقہ

جب خالقِ کائنات نے مخلوقات کی انواع کی بقا چاہی تو اس نے ان کے اندر تولد کا مادہ رکھ دیا اور اس میں ایک فطری

---

[3] ایضاً، ص39

Ibid,P:39

[4] محمد احمد، مفتی، پروفیسر، تعارف مغربی تہذیب اور فلسفہ جدید، مکتبہ العارفی، فیصل آباد، 2014ء، ص96

Muḥammad Āḥmad, Muftī, Prof. Tʿārf Magribī Thzībm aur Falsafa Jadīd, Maktaba al-ʿārfi, Faīsalābād, 2014 AH, P:96

[5] ایضاً، ص96

Ibid,P:96

داعیہ رکھا جو اسے اپنی بقا کا سامان حاصل کرنے پر خود بخود مجبور کرتا ہے اور وہ داعیہ ہے نر کا مادہ کی طرف میلان۔ نوعِ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فضائل اور شرافت کی طرف رہنمائی اور ان کو دیگر نیک صفات اور پاکیزہ اعمال سے الگ کرنے کی صلاحیت سے ممتاز کیا اور اسے عقل دی جس سے وہ اعمال کے مقاصد کو سمجھ سکتا ہے جبکہ دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے درمیان جنسی خواہش ایک خالص فطری جذبہ ہوتا ہے، اس لیے انسان نے اس جذبہ کے اسباب اور مقاصد کو غور سے سمجھا۔ اسی عقل کے ذریعے انسان نے یہ سمجھا کہ یہ جذبہ اس کی نوع کے لیے ویسا نہیں جیسا کہ دیگر جانوروں کی نوع کے لیے ہے۔ انسان اس جذبے سے صرف جنسی خواہش نہیں حاصل کرتا بلکہ وہ اس سے اعلیٰ اور ارفع مقاصد حاصل کرتا ہے۔

اس فطری جذبے اور خواہش کی تسکین کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو حلال راستہ تجویز فرمادیا ہے، وہ نکاح کا راستہ ہے۔ شوہر بیوی کے تعلقات میں اس ضرورت کو پورا کرنا اولین اہمیت کا حامل ہے، اس لئے حلال کے سارے راستے کھول دیئے تاکہ کسی بھی مرد و عورت کو حرام طریقے سے اس جذبہ اور خواہش کی تسکین کا خیال پیدا نہ ہو۔ بیوی کو شوہر سے تسکین ہو اور شوہر کو بیوی سے تسکین ہو تاکہ دوسروں کی طرف دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے نکاح کے رشتے کو نہ صرف بہت آسان بنایا بلکہ اس کی ترغیب اور فضیلت بھی ارشاد فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾[6]

"جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں۔"

نکاح کی قانونی حیثیت

نکاح کو بعض فقہاء نے سنت کہا ہے۔ بعض کے نزدیک وہ مستحب اور پسندیدہ ہے۔ بعض اسے سنت مؤکدہ اور واجب کہتے ہیں، لیکن اگر آدمی ایسے حالات میں گھر جائے کہ زنا اور بدکاری میں مبتلا ہونے کا شدید خطرہ ہو اور وہ معاشی لحاظ سے ازدواجی ذمے داریاں برداشت کر سکتا ہو تو نکاح اس کے لیے واجب قرار پائے گا۔ جیسا کہ ابن نجیم نے لکھا ہے:

---

[6] المؤمنون: 5-7

Āl-Mu'minun 5-7

وَعِنْدَ التَّوْقَانِ وَاجِبٌ[7]

"جب جنسی خواہش جوش میں ہو (اس وقت نکاح) واجب ہے۔"

معاشرہ نکاح میں مدد کرے

معاشرے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بے شادی شدہ افراد کی شادی کا اہتمام کرے اور اس معاملے میں ان کے ساتھ تعاون کرے، تاکہ کوئی شخص محض وسائل کے فقدان کی وجہ سے تجرد کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ ارشاد ہے:

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾[8]

"تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنادے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔"

خفیہ جنسی تعلق کی ممانعت

اسلام اس بات کو ناجائز قرار دیتا ہے کہ کسی بھی مرد اور عورت کے درمیان خفیہ طور پر جنسی تعلق قائم ہو جائے، ان کے اندر احساس جرم پرورش پاتا رہے اور وہ اپنی ذمے داریوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ جو عورتیں آدمی کے لیے محرمات ہیں، جن سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، ان کے ذکر کے بعد فرمایا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَالِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ﴾[9]

"اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے۔"

---

[7] ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة الثانية بدون تاريخ (3/ 85)

Ibn Nujīm, Zain u Dīn, Ibrahīm bin Muḥammad , Al-Bahr Al-Ra'iq, Sharh Kanz Al-Daqa'iqa, Dar Al-Kitab Al-Islami, Edition 2, Vol:2, P:85

[8] النور، 24: 32

An-Nur , 24:32

[9] النساء،4: 24

An-Nisa', 4:24

نکاح کا اعلان

اسلام یہ چاہتا ہے کہ نکاح کا اعلان اور اظہار ہو، تا کہ معاشرہ اس بات سے واقف ہو کہ فلاں مرد اور عورت کے درمیان ازدواجی رشتہ قائم ہو گیا ہے، وہ ایک دوسرے کے شریکِ حیات ہیں اور اس کی اخلاقی اور قانونی ذمے داریاں اٹھانے کا عہد کر چکے ہیں تا کہ وقتِ ضرورت معاشرہ خود بھی ان ذمے داریوں کے ادائے کرنے میں ان کی مدد کر سکے اور اس معاملے میں ان سے غفلت ہو تو گرفت کر سکے۔ اسی لیے نکاح کے ثبوت کے لیے کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ، فَهُوَ بَاطِلٌ، فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ"[10]

نکاح ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نہ ہو گا، جو نکاح اس سے ہٹ کر ہو وہ باطل ہے۔ اگر آپس میں اختلاف ہو تو جس کا کوئی ولی نہیں سلطان (مسلمان حاکم) اس کا ولی ہو گا۔

نسب کی حفاظت

عائلی زندگی کے اسلامی تصور کا اہم ترین حصہ نسب کی حفاظت ہے۔ اس لیے کہ قرابت کا رشتہ باپ بیٹے کے رشتے سے شروع ہوتا ہے۔ شرعی اعتبار سے باپ بیٹے کا معتبر رشتہ وہ ہے جو نکاح کے ذریعے وجود میں آیا ہو۔ اس شرط اور پابندی سے شریعت کا مقصد یہ ہے کہ اس نسب میں شک و شبہ پیدا نہ ہو جو انسان کے لیے نہایت اہمیت کی بات ہے۔ اسلام سے پہلے جو نسب اصطلاحی طور پر معتبر سمجھے جاتے تھے، ان میں بغاء، استبضاع یا اس جیسے طریقوں سے پیدا ہونے والے بچے بھی شامل تھے، جو نکاح کے علاوہ تھے۔ شریعت نے ان نسبوں کو اسی لیے تسلیم کیا کیونکہ جاہلیت کے لوگوں کا ان پر اعتماد تھا۔ اس لیے کہ اسلام میں نکاح کے قواعد کی تعیین سے پہلے نسب پر اعتماد لوگوں کے فطری رویے پر مبنی تھا، جو یہ ہے کہ لوگ کسی غیر کو اپنے نسب میں شامل کرنے کو پسند نہیں کرتے۔ اب ان نسبوں کی تحقیق اور ان کی صحت کی جانچ میں دشواری یا ناممکن تھی۔ اس لیے شریعت نے ان نسبوں کی تحقیق اور ان کی صحت کی جانچ

---

[10] ابن حبان، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي البُستي (ت ٣٥٤ ھ)، صحيح ابن حبان، الناشر: دار ابن حزم – بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٣٣ ھ - ٢٠١٢ م، (2/ 299)،رقم الحديث: ١٣٦٤

Ibn Hibbān , Muḥammad ibn Hibbān al-Bustī, Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān , Publishir ,Dar Ibn Hazm, Beirut, Ḥadīth No:1364.

میں دلچسپی نہیں لی، بلکہ اس نے ان طریقوں کو ختم کرنے پر توجہ دی جن سے نسب میں شک پیدا ہو سکتا تھا تا کہ لوگ اسلام میں ان طریقوں کو نہ اپنائیں۔

اس لیے اب نسب وہی معتبر ہے جو صحیح ہو اور باقاعدہ نکاح کے ذریعے حاصل ہوا ہو۔ زنا، استبضاع اس قسم کے دوسرے نسبوں کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں سمجھی گئی۔

صرف جائز اولاد کے حقوق ہیں

انسان کے اندر اولاد کی فطری خواہش پائی جاتی ہے۔ وہ اس سے جذباتی تعلق رکھتا ہے، اس سے شدید محبت کرتا، اس سے راحت اور سکون محسوس کرتا اور اس پر اپنا مال ومتاع اور اپنی دولت صرف کر کے مسرت کا احساس کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے ذریعے اس کا نام باقی اور اس کی نسل جاری رہے۔ وہ اسے اپنے مال ودولت، جائیداد اور اسباب ووسائل کا جائز وارث تصور کرتا ہے۔ اسلام اس جذبہ کو غلط نہیں سمجھتا۔ اس نے اسے باقی رکھا ہے اور اولاد کی ترغیب دی ہے:

﴿ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾[11]

(ازدواجی تعلق کے ذریعے) اللہ نے جو اولاد تمہارے حصہ میں رکھ دی ہے وہ طلب کرو۔

نکاح کے ذریعے جو اولاد ہو گی وہی جائز اولاد ہو گی اور اسی کو قانونی حقوق حاصل ہوں گے۔ ناجائز جنسی تعلق کے نتیجے میں جو بچہ پیدا ہو گا اس کا کوئی قانونی حق نہ ہو گا۔ خود اس بچہ پر اس شخص کا کوئی حق نہیں تسلیم کیا جائے گا جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کا وارث نہیں ہو گا۔ ایمان اولاد کے قانونی اور اخلاقی حقوق ہیں۔ ان حقوق کا ادا کرنا والدین کے لیے لازمی ہے۔ ان کو معاشی یا سماجی بوجھ سمجھ کر ختم نہیں کیا جاسکتا، ان کی غذا، لباس اور دوسری ضروریات پوری کی جائیں گی، ان کو بہتر تعلیم وتربیت دی جائے گی اور ان سے محبت اور پیار کا سلوک ہو گا، لین دین میں ان کے درمیان امتیاز نہیں برتا جائے گا، لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ یکساں رویہ اختیار کیا جائے گا۔

ازدواجی تعلقات کی اسلام میں حیثیت

ازدواجی رشتہ حقیقت میں الفت ومحبت کا رشتہ ہے۔ اسے اسی حیثیت سے دیکھنا اور برقرار رکھنا چاہیے۔ مرد، عورت

---

(11) البقرة2: 187

Al-Baqarah,2:187

کو اپنا ہی ایک جزء تھے اور عورت اس کے لیے وجہ سکون ثابت ہو۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ سوچنے سمجھنے والے اس رشتہ محبت میں قدرت کی بڑی نشانیاں دیکھ سکتے ہیں:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾[12]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

شوہر اور بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں

ازدواجی تعلق محض جنسی تسکین کا ذریعہ ہی نہیں، بلکہ اس سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق ہیں جو انہیں حاصل ہوتے ہیں اور ازدواجی تعلقات دونوں کی ذمہ داریاں بھی ہیں جن کے وہ پابند ہوں گے۔ قرآن نے بڑی صراحت کے ساتھ کہا ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾[13]

"اور عورتوں کا حق (مردوں پر) جیسا کہ (مردوں کا) ان پر حق ہے دستور کے مطابق۔"

احکامِ طلاق کے متعلق ارشاد ہے:

﴿ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ ﴾[14]

"نہ تو ماں کو نقصان پہنچایا جائے گا اس کے بچے کے ذریعے (یعنی بچہ کو ماں سے جدا کر کے) اور نہ اسے نقصان پہنچایا جائے جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ کو)۔"

مرد کی ذمے داری ہے کہ وہ معاشی تگ ودو کرے، بیوی کا نان ونفقہ برداشت کرے، گھر اور اس کا ضروری ساز وسامان فراہم کرے۔ عورت گھر کا نظم ونسق سنبھالے، اسے ایک بہتر اور سلیقے کا گھر بنائے، اپنی اور شوہر کی عزت

---

(12) الروم 30: 21

Ar-Rum, 30:21

(13) البقرة 2: 228

Al-Baqarah, 2:228

(14) البقرة، 2: 233

Al-Baqarahm 2: 233

وآبرو کی حفاظت کرے، بچوں کی نگہداشت اور انہیں بہترین تربیت وتہذیب سے آراستہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"الرجل راع على أهل بيته، وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية على أهل بيت زوجها، وولده وهي مسئولة عنهم"[15]

آدمی اپنے گھر کا راعی (نگران) ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے روز) پوچھا جائے گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کے راعیہ (نگران) ہے اور اس سے ان کے متعلق (قیامت کے روز) سوال ہو گا۔

طلاق کا طریقہ

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی۔ آدمی جتنی مرتبہ چاہے اور جتنی مدت کے لیے چاہے طلاق دیتا اور جب جی چاہے رجوع کر لیتا۔ اسلام نے اس پورے مسئلہ کو ایک خاص رخ سے دیکھا اور ایک نئے ڈھنگ سے حل کیا۔ اس نے کہا کہ عقد نکاح مودت ومحبت کا رشتہ ہے۔ اسے جہاں تک ہو سکے باقی رکھنے کی کوشش ہونی چاہیے، اس لیے کہ اس کا منقطع ہونا پورے خاندانی نظام کو متاثر کر سکتا ہے۔ اختلافات ہوں تو انہیں دور کرنے کی ممکنہ تدابیر، جن کی اس نے خود وضاحت کر دی ہے، اختیار کی جانی چاہئیں۔ اس کے باوجود طلاق دینی ہی پڑے تو صرف دو بار وقفہ وقفہ سے طلاق دی جاسکتی ہے۔ ان میں عدت کے درمیان رجوع کا حق حاصل ہو گا۔ اگر تیسری بار طلاق دی جائے تو رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور اس سے دوبارہ نکاح اس وقت ہو گا جب کہ وہ کسی دوسرے مرد کے نکاح میں جائے اور وہ بھی اسے طلاق دے دے (یا اس کی موت واقع ہو جائے) اس کے بعد پہلا شوہر عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے اور عورت بھی اس کے لیے آمادہ ہو تو نئے مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾[16]

"طلاق دو بار ہے (اس میں رجوع ہو سکتا ہے) اس کے بعد یا تو دستور کے مطابق بیوی کو رکھا

---

(15) البخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفي، صحيح البخاري، الطبعة: السلطانية، مصر، ١٣١١ هـ، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم،رقم الحديث: 7138
Al-Bukhārī,Abu Abd Allah Muhammad ibn Isma'il ibn Ibrahim al-Ju'fi, Sahih al-Bukhari, Al, Āl.Ṭbʿā al.sania,Misir, Ḥadīth no:7138.

(16) البقرة، 2: 229

Al-Baqarahm 2: 229

جائے یا بھلے طریقے سے اسے چھوڑ دیا جائے۔ "

اور تیسری بار طلاق کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾[17]

"پھر اگر عورت کو تیسری بار طلاق دی تو وہ اس کے لیے حلال نہ ہو گی جب تک کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔"

اس آیت میں اس حد کا اشارہ ہے جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے طریقہ کار پر لاگو ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیتے تھے، پھر اسے طلاق دے کر چھوڑ دیتے تھے اور وہ عورت ایک طویل عرصے تک طلاق یافتہ حالت میں رہتی تھی، جس سے اسے نقصان پہنچتا تھا، کیونکہ ان کے نزدیک طلاق کسی مخصوص تعداد تک محدود نہیں تھی، جس کے بعد شوہر کو دوبارہ رجوع کرنے کا حق نہ ہوتا تھا۔ اسلام نے یہ اصول قائم کیا کہ تیسری طلاق دینے سے پیدا ہونے والی جدائی شوہر سے بیوی کی طرف دوبارہ رجوع کرنے کا حق چھین لیتی ہے، اسی طرح بیوی سے بھی شوہر کے پاس واپس جانے کا حق چھن جاتا ہے۔ اس قانون کا حکمت یہ ہے کہ شوہروں پر عورت کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے تیسری طلاق کے بعد سزا جاری کی جائے تاکہ ان کے ضمیر کو ٹھیس پہنچے۔ کیونکہ طلاق دینے والا مرد اپنی بیوی کے بارے میں لاپرواہی کر رہا ہے جو اس کے تحفظ میں ہے اور اس کے حقوق کو نظر انداز کر رہا ہے، یہاں تک کہ وہ اسے ایک کھلونا بنا دیتا ہے جس کے ساتھ وہ غصے اور حماقت کے عالم میں کھیل رہا ہے۔ اس سے طلاق دینے والوں پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ جاہلیت کے زمانے میں اپنی حالت میں حق بجانب نہیں تھے۔

چنانچہ اہل علم نے طلاق کے تین مراتب پر غور کیا جو شریعت نے شوہروں کو ان کی بدسلوکی سے روکنے کے لیے جاری کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

پہلی طلاق ایک حادثہ ہے۔

دوسری طلاق ایک تجربہ ہے۔

اگر تیسری طلاق ہو جائے تو وہ جدائی ہے۔

یہ درجہ بندی حضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جس کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

---

(17) البقرة، 2: 230

Al-Baqarahm 2: 230

خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان اختلاف کی فرمائی تھی کہ آپ نے پہلی بار سوال کرنے کی خلاف ورزی کو بھولے پن کی وجہ سے قرار دیا، دوسری کو شرط اور تیسری جو جان بوجھ کر کی گئی تھی وہ جدائی تھی، کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ﴾[18]

یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔[19]

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ:

- اسلام میں عائلی زندگی کو بہت سے دنیاوی واخروی فوائد کی بناپر نہایت اہمیت دی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے انفرادی اور رہبانیت کی زندگی کو چھوڑ کر باوجود بے شمار الجھنوں اور مسائل کے عائلی زندگی کو اختیار کیا۔
- خاندان صرف سماجی اور معاشرتی ادارہ ہی نہیں ہے بلکہ اسے دینی اور اخلاقی حیثیت بھی حاصل ہے۔جو شخص عائلی زندگی گزارتا ہے وہ درحقیقت پیغمبروں کے اسوہ پر عمل کرتا اور اپنی سیرت واخلاق کو اس ذریعے سے بلند کرتا ہے۔
- خاندان صرف مردوں یا صرف عورتوں کے مجموعہ کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کی تعمیر وتشکیل میں مرد اور عورت دونوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔
- عیسائیت کا نظریہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنی ہے تو اس کا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ دنیا کی ساری لذتوں کو چھوڑ دو۔چنانچہ انہوں نے خانقاہیں بنائیں، اور راہبوں کی بڑی تعداد خانقاہوں میں مقیم ہوگئی لیکن یہ نظام فطرت سے بغاوت کا نظام تھا،جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جنسی جذبہ رکھا ہے اور کوئی انسان اس جذبے سے مستثنیٰ نہیں۔
- مادر پدر آزادی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے اسلام کی نظر میں ایسا آدمی جانور سے بھی بدتر ہے۔انسانیت کا

---

(18) الكهف18: 78

Al-Kahf, 18:78.

(19) التونسي، محمد الطاهر بن محمد (ت ١٣٩٣ھ) مقاصد الشريعة الإسلامية، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، قطر: ١٤٢٥ هـ - ٢٠٠٤ م (2/ 193)

Muhammad Al-Tahir bin Muhammad, Maqasid or maqāṣid al-sharīʿa, Ministry of Awqaf and Islamic Affairs, Aqtar, V2.193.

شرف بندگی ہے۔ عبدیت اس کی معراج ہے۔

- انسان کے فطری جنسی جذبے اور خواہش کی تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو حلال راستہ تجویز فرمادیا ہے، وہ نکاح کا راستہ ہے۔ اس لیے معاشرے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بے شادی شدہ افراد کی شادی کا اہتمام کرے تا کہ کوئی شخص محض وسائل کے فقدان کی وجہ سے تجرد کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہو جائے۔
- عائلی زندگی کے اسلامی تصور کا اہم ترین حصہ نسب کی حفاظت ہے۔ اس لیے کہ قرابت کا رشتہ باپ بیٹے کے رشتے سے شروع ہوتا ہے۔ البتہ اس کے لیے نکاح کا ہونا ضروری ہے۔ اسلام کی نظر میں نکاح کے ذریعے جو اولاد ہو وہی جائز اولاد ہے اور اسی کو قانونی حقوق حاصل ہیں۔ ناجائز جنسی تعلق کے نتیجے میں جو بچہ پیدا ہو اس کا کوئی قانونی حق نہیں ہے۔
- نکاح کے ذریعہ اسلام میں مرد اور عورت پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشی تگ ودو کرے، بیوی کا نان ونفقہ برداشت کرے، گھر اور اس کا ضروری ساز وسامان فراہم کرے۔ جبکہ عورت کا فرض ہے کہ گھر کا نظم ونسق سنبھالے، اسے ایک بہتر اور سلیقے کا گھر بنائے، اپنی اور شوہر کی عزت وآبرو کی حفاظت کرے، بچوں کی نگہداشت اور انہیں بہترین تربیت وتہذیب سے آراستہ کرے۔
- اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی۔ آدمی جتنی مرتبہ چاہے اور جتنی مدت کے لیے چاہے طلاق دیتا اور جب جی چاہے رجوع کر لیتا۔ اسلام نے اس ضمن میں احکام بیان فرمائے اور عقد نکاح کو مودت ومحبت کی بنیاد پر قائم رکھنے کا حکم دیا۔ اس کے باوجود طلاق دینی ہی پڑے تو صرف دو بار وقفہ وقفہ سے طلاق دی جاسکتی ہے۔ ان میں عدت کے درمیان رجوع کا حق حاصل ہو گا۔ اگر تیسری بار طلاق دی جائے تو رجوع کا حق ختم ہو جائے گا۔